

تاریخ گوئی سے متعلق کتابیں (۱۸۵۷ء سے ۱۹۱۱ء تک)

ڈاکٹر محمد انصار اللہ*

[اس مضمون میں برصغیر میں تصنیف ہونے والی فن تاریخ گوئی سے متعلق چند فارسی اور اردو کتب کا ایک مختصر کتابیاتی جائزہ برصغیر کے علمی مراکز کو بنیاد بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ مدیر]

دہلی

شہر دہلی جو کئی صدی سے ملک کا پایہ تخت تھا، سلطنت کی بساط اُلٹنے کے بعد لاہور کا ماتحت ہو گیا تھا اور صوبہ جات شمالی و مغربی کے صدر مقام کی حیثیت لاہور کو دے دی گئی تھی۔ ایسے میں دلی کے پریشان حالوں کے لیے اس شہر کی تہذیبی، علمی اور ادبی روایتوں کو زندہ اور باقی رکھنا مشکل ہو گیا تھا۔

بہادر شاہ کے زمانے میں مومن، صہبائی، ذوق اور سوز پسر صہبائی وغیرہ متعدد باکمال تاریخ گو موجود تھے۔ شیخ ذوق کی وفات سے متعلق جو قطعہ تاریخ کہے گئے تھے ان کے بارے میں مرزا قادر بخش صابر نے لکھا ہے:

”مسموع ہوا کہ ایک خوش مذاق نے سعی اور تجسس کو کام فرما کر ان قطعہ سے کچھ کچھ

کو بہم پہنچایا۔ بعد شمار کے دریافت ہوا کہ تین سو سے زیادہ فراہم ہو گئے ہیں۔“ (۱)

اس واقعہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اہل دہلی کو اس فن سے کتنی دلچسپی تھی۔ افسوس ہے کہ بادشاہت کے خاتمہ کے بعد انگریزی اقتدار کے دور اوّل میں اس شہر میں تاریخ گوئی سے متعلق کسی ایک کتاب کے چھپنے کا حال بھی معلوم نہیں ہو گا۔

لاہور

لاہور ایک مدت سے کتابوں کی خرید و فروخت کا مرکز تھا۔ پھر جب چھاپے خانوں کا سلسلہ

شروع ہوا تو وہاں کتابوں کی طباعت کا کام بھی بہت تیزی سے چل پڑا۔ اس زمانے میں کتابوں کے آخر میں قطعاً تاریخ کے شامل کیے جانے کا بھی چلن تھا چنانچہ وہاں تاریخ گوئی سے متعلق بھی چند کتابیں شائع ہوئیں۔

۱۔ جدول التاريخ:

یہ کتاب فارسی میں ہے۔ اس کے بارے میں لکھا ہے:
 ”در فن تاریخ گوئی، کلمات و اصطلاحات و تراکیب با اعداد آنها برائے تسہیل تاریخ گوئی“ (۱)

اس کے مولف کا نام منو لال اور تخلص ”راقم“ ہے۔ افسوس ہے کہ اس کے حالات بالکل معلوم نہیں ہو سکے۔

کتاب کا نام تاریخ ہے جس سے اس کا سال تالیف ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء معلوم ہوتا ہے۔ مخطوطہ کی کتابت تین برس بعد یعنی ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء میں ہوئی تھی۔ مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور کے ذخیرہ شیرانی میں محفوظ ہے۔

۲۔ گنجینہ سروری

اس کتاب کے مولف مفتی غلام سرور لاہوری ہیں۔ انہوں نے اپنا نام اس طرح لکھا ہے:
 ”بندہ احقر المحقر سراپا عیب خالی از ہنر غلام سرور خلف مفتی الشرع الامجد غلام محمد بن مفتی رحیم اللہ قریشی اسدی الہاشمی اللہ لاہوری“۔ (۲)

مفتی صاحب اپنے نام کی مناسبت سے سرور تخلص کرتے تھے۔ ان کو تاریخ گوئی کا نہایت شوق تھا چنانچہ اپنے نہایت ضخیم تذکرہ ”خزینۃ الاصفیا“ کا نہ صرف نام تاریخ رکھا ہے بلکہ یہ التزام بھی کیا ہے کہ:

”در خاتمہ احوال ہر یک بزرگ در مادہ ولادت یا وفات ایشاں نوشتہ.....“ (۳)

اس تذکرے کی تکمیل کے بعد انہوں نے اپنی کتاب ”گنجینہ سروری معروف بہ اسم تاریخ گنج تاریخ“ ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۷ء میں مرتب کی۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ مطبع نولکشور لکھنؤ سے ۱۲۹۳/۱۸۷۷ء میں چھپی تھی۔ پھر اسی مطبع سے ربیع الاول ۱۳۰۷ھ / نومبر ۱۸۸۹ء میں بھی چھپ کر شائع ہوئی تھی۔ اس سے اس کی مقبولیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

کتاب گنجینہ سروری ”ہشت مخزن“ میں منقسم ہے اور مؤلف نے اس میں اپنے کہے ہوئے قطعات تاریخ جمع کیے ہیں۔

۳۔ چمن بینظیر

یہ بھی مفتی غلام سرور لاہوری کے قطعات تاریخ کا مجموعہ ہے۔ یہ چونٹھ صفحاتوں کا رسالہ ہے (۴) اور اسی کے ساتھ ان کی کتاب گلشن مشاہیر بھی چھپی ہے۔ پہلی کتاب صفحہ ۶۴ پر تمام ہوئی ہے اور گلشن مشاہیر صفحہ ۶۵ سے شروع ہو کر صفحہ ۱۰۰ پر مکمل ہوئی ہے۔ اس کے ناشر نیاز علی خاں مالک مطبع افغانی امرتسر تھے۔

۴۔ تاریخی خزانہ

اس کے مؤلف حافظ فیروز الدین سکے زئی تھے۔ اس کے شروع میں فن تاریخ گوئی کی تاریخ ہے۔ پھر ۱۳۲۶ھ سے ۱۴۰۰ھ تک پیدا ہونے والے لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے نام لکھے ہیں۔ یہ رسالہ اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور سے ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء میں چالیس صفحاتوں پر چھپ کر شائع ہوا تھا۔

مضافات دہلی و میرٹھ

۱۔ اُمّ التواریخ

اس کتاب کے مؤلف مفتی محمد حسین علی فرحت اصلاً دہلی کے رہنے والے تھے لیکن خود ترک وطن کر کے میرٹھ میں اہل و عیال کے ساتھ سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ شاہ نصیر دہلوی کے ایک شاگرد مرزا نیاز علی بیگ نکہت تخلص سے انہوں نے کسب فیض کیا تھا۔ فرحت کو تاریخ گوئی میں بہت دلچسپی تھی چنانچہ اپنے بیٹے منشی محمد محبوب علی جو دت کی بھی اسی طور پر تربیت کی تھی۔ حکیم فصیح الدین رنج میرٹھی کے کلیات مخزن الفصاحت کے لیے باپ بیٹے (فرحت و جو دت) دونوں نے تاریخ کہی تھی۔

فن تاریخ گوئی سے متعلق ام التواریخ فرحت کی پہلی کتاب ہے۔ اس کا نام تاریخی ہے جس سے سال تصنیف ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء معلوم ہوتا ہے۔ یہ کتاب پہلی بار اسی سال میں دہلی بیچ پریس لاہور سے ۲۸۶ صفحاتوں پر چھپ کر شائع ہوئی تھی۔ اس کو ”اعداد و الفاظ کی جامع ڈکشنری“ کہا گیا ہے اور اس میں ایک سے دو ہزار عدد تک کے الفاظ شامل ہیں۔

ام التوارخ اس علاقے میں مقبول ہوئی۔ دوسری بار ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء میں مطبع قاسمی میرٹھ میں چھپوائی گئی۔ اب یہ ۴۲۴ صفحاتوں میں سما گئی۔

۲۔ موجد التوارخ

یہ محمد حسین علی فرحت کی فن تارخ گوئی سے متعلق دوسری کتاب ہے۔ اس کتاب کا نام بھی تاریخی ہے۔ یہ ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۵ء میں شگوفہ پریس میرٹھ میں بتیس صفحاتوں پر چھپی تھی۔ اسے تاریخی ناموں کا رسالہ کہا گیا ہے۔ اس میں ۱۳۰۱ سے ۱۴۰۰ تک کے ناموں کو جمع کیا گیا ہے۔

مضافات دہلی و علی گڑھ

گلبن تارخ

اس کتاب کے مؤلف کے حالات لالا سریرام نے تفصیل سے لکھے ہیں۔ مختصراً اس طرح ہیں: ”شرر، محمد ارتضاعلی صاحب کاکوروی“ نائب تحصیلدار شاہ آباد ضلع ہردوی، شاگرد فصیح الملک داغ دہلوی..... ۱۸۸۷ء میں فیض آباد کالجیٹ اسکول سے انٹرنس پاس کیا..... وہیں کتاب ارمعان اودھ تصنیف فرمائی..... استاد نے رنگ طبیعت کو دیکھ کر شرر تخلص قرار دیا..... عین عالم شباب میں رحلت کی.....“ (۱)

معلوم ہوتا ہے کہ شرر علی گڑھ میں نواب محمد مزمل اللہ خاں کی خدمت میں بھی رہے تھے۔ کتاب گلبن تارخ کی کیفیت اس طرح ہے:

چند ہمعصروں کے حالات، ان کی تارخ گوئی کے ایک ایک دو دو نمونے، حسب فرمائش نواب مزمل اللہ خاں رئیس بھیکیم پور علی گڑھ..... یہ تارخ گوئیوں کا منظوم تذکرہ ہے..... مؤلفہ ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۶ء..... اس میں نقشہ ہفت تارخ ہائے سنین مروجہ ہند..... کتاب کی تالیف کے سات سال اس طرح لکھے ہیں.....

۱۳۱۳ ہجری = ۱۸۹۶ عیسوی = ۱۸۱۸ شادابی = ۱۳۰۵ فارسی ۱۹۵۲ سنبت = ۱۳۰۱

فصلی = ۱۴۰۲ بنگلہ

شرر نے جو سنبت لکھا ہے وہ بکری ہے۔ اس کے علاوہ شک سنبت بھی ہے جو عیسوی سال سے کچھتر زائد ہوتا ہے۔ گلبن تارخ صرف تینتالیس صفحے کا رسالہ ہے اور محمدن پریس علی گڑھ سے چھپا تھا۔

گوالیار

۱۔ کان تاریخ

اس کتاب کے مؤلف منشی رام پرشاد ظاہر کے حالات لالاسریرام کے تذکرے میں تفصیل سے لکھے ہیں۔ ان کا ماہصل یہ ہے:

”ظاہر منشی رام پرشاد کھتری دہلوی تلمیذ مرزا رحیم الدین ایجاد۔ ان کے آبا و اجداد ملازم سرکار شاہی رہے۔ خو دہلی کے محکمہ کلکٹری میں عرصہ تک سرشنہ دار اور ناظر رہے۔ ۱۸۶۳ء کے آخر میں گوالیار گئے۔ وہاں ترقی کر کے مجسٹریٹ کے عہدے پر ممتاز ہوئے..... صاحب دیوان ریختہ اور فن تاریخ گوئی میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ کان تاریخ ان کی تالیف سے ہے.....“ (۱)

ظاہر کے کلیات (۲) سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اردو کے ساتھ ساتھ فارسی میں بھی شعر کہتا تھا۔ تاریخ گوئی سے اس کی دلچسپی کا اندازہ اس طرح کیا جانا چاہیے کہ اس فن سے متعلق اس نے کم سے کم تین کتابیں لکھی تھیں۔

کان تاریخ اس کتاب کا تاریخی نام ہے جس سے سال تالیف ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء معلوم ہوتا ہے۔ اس میں ایک سے ۱۳۳۱ تک کے ہم عدد الفاظ جمع کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب مطبع انوری آگرہ میں ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء میں چھپی تھی۔

۲۔ کنز تاریخ

یہ رام پرشاد ظاہر کی دوسری کتاب ہے۔ (۳) نام اس کا بھی تاریخی ہے جس سے سال تالیف ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء معلوم ہوتا ہے۔ اس میں آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے ۱۹۰۰ء تک کے واقعات سے متعلق فارسی اور اردو کے قطعات جمع کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب بیاسی اوراق پر محیط ہے اور تاحال غالباً چھپی نہیں ہے۔

۳۔ چمن تاریخ

یہ منشی رام پرشاد ظاہر کی تیسری معلوم کتاب ہے۔ (۴) اس کے مخطوطہ کی ضخامت دو سو چھیاسی صفحات ہے۔ مؤلف نے اپنا نام اس میں اس طرح لکھا ہے:

”احقر العباد رام پرشاد دہلوی ظاہر تخلص وکیل عدالت دیوانی دربار گوالیار“

یہ کتاب ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۸ء میں لکھی گئی تھی چنانچہ یہ بات اس کے نام سے ظاہر ہے۔ اس کتاب کے بارے میں بھی خیال ہے کہ شاید نہیں چھپی تھی۔

رام پور

نوابین رامپور کی حکمت عملی اور تدبیر نے ریاست کو بڑی تباہیوں سے بچا لیا تھا اس کے باوجود تعجب ہے کہ اس علاقے میں تاریخ گوئی سے متعلق کچھ زیادہ کام نہیں کیا گیا۔

۱۔ کنز التاریخ

یہ نام تاریخی ہے اور اس سے سال تالیف ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء معلوم ہوتا ہے۔ اس کے مؤلف محمد مجیب اللہ خاں عرف حافظ عبدالرحمان احسان تھے۔ افسوس ہے کہ ان کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ کتاب کنز التاریخ مطبع حسنی رامپور میں ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء میں چھپ کر شائع ہوئی تھی۔ اس میں ۱۳۲۶ھ سے ۱۲۵۰ھ تک کے لیے اسمائے ذکور اور اسمائے اناث بھی شامل ہیں۔

بدایوں

۱۔ ملخص تسلیم

اس کتاب کے مصنف تسلیم کے حالات لالہ سریرام نے جو لکھے ہیں، مختصراً اس طرح ہیں: ”سخنور ذکی فہیم منشی انوار حسین تسلیم سہسوانی خلف منشی اقسام الدین، مدت مدید تک منشی نولکشور کے مطبع کے متوسل رہے۔ شیخ علی بخش بہار کے شاگرد رشید تھے۔ تاریخ گوئی میں ایسا ملکہ رکھتے تھے کہ ان کی مثال کم نظر آتی ہے۔ ان کی تصنیف سے زمبیل تاریخ، مثنوی سعدین، ملخص تسلیم چھپ کر شائع ہو چکی ہیں..... ۲۱ رجب ۱۲۳۰ھ (۱۸۱۵ء) کو پیدا ہوئے اور ۱۲ شوال ۱۳۰۹ھ (۱۸۹۱-۹۲ء) روز دو شنبہ کو وفات پائی۔ خورشید علی ان کا تاریخی نام ہے.....“ (۱)

ملخص تسلیم تاریخی نام ہے جس سے ۱۳۰۰ھ (۱۸۸۳ء) کے عدد برآمد ہوتے ہیں۔ اس کتاب میں بعض مقاموں پر جلال کی کتاب افادۃ تاریخ پر گرفت بھی کی گئی ہے۔

ملخص تسلیم ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۶ء میں مطبع العلوم پریس مراد آباد میں ایک سو بیس صفحات پر چھپ کر

شائع ہوئی تھی۔ یہ کتاب فارسی میں ہے۔

۲۔ ملہم تاریخ

منشی محمد انوار حسین تسلیم کی کتاب کی افادیت پر نظر کر کے سید اقتدار احمد ساحر نے اس کا زبان اُردو میں ملہم تاریخ کے نام سے ترجمہ کیا۔ یہ نام بھی تاریخی ہے چنانچہ اس ترجمہ کا سال ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء تھا۔ مترجم کے حالات لالا سریرام نے اس طرح لکھے ہیں:

”مفتی سید اقتدار احمد صاحب ابن مولوی سید آل محمد شاہ صاحب۔ آپ سہوان ضلع بدایوں کے سادات کرام سے ہیں۔ ۱۳۰۶ھ (۱۸۸۹ء) میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام منظور علی ہے۔ اپنے بھائی ابوالکمال سید اعجاز احمد معجز سے تلمذ رکھتے ہیں۔ فن تاریخ گوئی میں آپ کو خاص ملکہ ہے..... آپ کی تصنیفات میں ملہم تاریخ طبع ہو چکی ہے.....“۔ (۲)

ملہم تاریخ کے شروع میں ایک صفحہ پر مرزا احمد شاہ بیگ جوہر مراد آبادی کا دیباچہ ہے۔ یہ کتاب مطبع العلوم پریس، مراد آباد میں ۱۳۳۰ھ / دسمبر ۱۹۱۲ء میں ایک سو اٹھارہ صفحات پر چھپی تھی۔ اس کے بارے میں لکھا ہے:

”فن تاریخ گوئی کے اصول و قواعد اور ان پر محققانہ بحثیں، طالبان فن کے لیے استاد بے منت رسالہ موسوم بہ ۱۳۲۶ھ / ملہم تاریخ ترجمہ ۱۳۰۰ھ ملخص تسلیم“۔

۳۔ زنبیل تاریخی

یہ بھی منشی محمد انوار حسین تسلیم کی تالیف ہے۔ نام اس کا ”عدد التاریخ یا زنبیل تاریخی“ ہے۔ دونوں سے سال تالیف کے عدد ۱۳۲۰ برآمد ہوتے ہیں۔ اس میں ایک سے دو ہزار بیس تک کے ہم عدد الفاظ یا مادہ ہائے تاریخی جمع کیے گئے ہیں۔

زنبیل تاریخی ۱۳۳۰ھ / ۱۹۰۲ء میں مطبع اخبار نیر اعظم مراد آباد میں چھپی تھی۔ اس کی ضخامت ۳۳۶ صفحات کی ہے۔

۴۔ حل رسالہ معمائے جامی

یہ رسالہ دہلی پرشاد سحر بدایونی (دسمبر ۱۸۴۰ء - ۱۹۰۲ء) بن چنی لال انگر کا ہے۔ اس سے پہلے معمائے جامی کی شرح صہبائی لکھ چکے تھے۔ بظاہر سحر نے اسے منظوم کر کے فن معما سے اپنی دلچسپی کا ثبوت پیش کیا ہے۔

تاریخ گوئی کے فن سے متعلق سحر کی یہ کتابیں بھی قابل ذکر ہیں: لغات سنہ، موجز التاريخ؛ آخر الذکر کا نام تاریخی ہے اور اس سے سال تالیف کے اعداد برآمد ہوتے ہیں۔

فتح گرھ

۱۔ خزائنہ التوارخ

ڈپٹی کلب حسین خاں نادر نے اس کتاب کے مصنف کا ذکر اس طرح کیا ہے:
 ”غضنفر نواب محمد جعفر علی خاں عرف پیار صاحب خلف الرشید نواب سید محمد علی خان بہادر
 رئیس شمس آباد“۔ (۱)

ان کے پر نواسے محمد صادق نے ان کے تعارف میں تحریر کیا ہے:
 ”نواب سید محمد جعفر علی خاں عرف پیارے صاحب (راقم کے پر نانا) پسر اوسط نواب (سید
 محمد علی خاں معروف بہ نواب دولہا) مرحوم، ولادت غرہ محرم ۱۲۶۶ھ / ۱۷ نومبر ۱۸۴۹ء،
 شاعر، جعفر و حاجی تخلص صاحب مجموعہ توارخ موسوم دفتر تاریخ، ارادتمند دیبر، مؤلف گستاخی
 معاف بہ جواب انتخاب نقص تالیف نساخ“۔ (۲)

یہ بات قرین قیاس ہے کہ نواب مذکور نے ایک مدت کے بعد جعفر اور حاجی کو بھی تخلص کے طور
 پر اختیار کر لیا ہو۔ کتاب، گستاخی معاف کے بارے میں محمد صادق کا دعویٰ یہ ہے:
 ”حضرت جعفر نے یہ کتاب حکیم سید مرتضیٰ امر وہوی کے نام سے چھپوائی تھی“۔ (۳)

اور اس کتاب میں مصنف نے اپنا نام اور اپنی کتاب کا نام اس طرح لکھا ہے:
 ”سید مرتضیٰ بن سید علی امر وہوی حال وارد فرخ آباد متخلص بہ گستاخی خدمت میں حضرت
 نساخ کی ملتمس ہے..... کہ اس تحریر کا نام گستاخی معاف رکھا ہے.....“۔ (۴)
 اور کسی بھی ماخذ میں اس کے خلاف کوئی بات نہیں مل سکی۔

محمد جعفر علی خاں کو تاریخ گوئی کا بہت شوق تھا چنانچہ انہوں نے اس فن سے متعلق ایک سے
 زیادہ کتابیں لکھی تھیں۔ خزائنہ التوارخ ۱۹۱۱ء (۱۳۲۹ھ) میں مرتب کی تھی اور اس کے لیے یہ تاریخی
 نام رکھا تھا۔ اس سے یہ تاریخ اسی صورت میں حاصل ہوتی ہے جب ”خزائنہ“ کو خزانہ پڑھا جائے۔
 یہ کتاب مطبع نظائر ہند، فتح گرھ میں چھپ کر شائع ہوئی تھی۔

۲۔ مجموعہ توارخ

یہ بھی محمد جعفر علی خان کی تصانیف میں سے ہے۔ اس کے ذکر میں محمد صادق نے لکھا ہے: ”حضرت جعفر نے تین سال عصر نواب کلب علی خان کے دربار رامپور بھی گزارے..... اسی زمانے میں تارخ گوئی کا شوق پیدا ہوا۔ اس میں اتنی ترقی کی کہ ہندوستان بھر میں مشہور ہوئے۔ ان کا مجموعہ توارخ موسوم بہ دفتر تارخ دس حصوں میں طبع ہوا ہے۔ اس کے علاوہ تاریخوں کے سات مختصر مجموعے اور ہیں.....“۔ (۵)

محمد صادق کے اس دعوے کے باوجود جعفر اور ان کی تصانیف کا ذکر بیشتر معاصر کتابوں میں نہیں ملتا ہے۔ جعفر کی کتاب دفتر تارخ کا حصہ ششم ۱۹۱۶ء میں نظائر ہند پر لیس، فتح گڑھ میں چھپا تھا۔ شروع کے پانچ حصے مع تتمہ اس سے پہلے چھپ چکے تھے۔ بعد کے حصے چھپے یا نہیں، اس بارے میں کچھ کہنا ممکن نہیں ہے۔

۳۔ شمس التوارخ

اس کتاب کے مصنف حکیم محمد مظہر الحق قنوجی ہیں۔ کتاب کا نام تاریخی ہے جس سے ۱۳۲۴ کے عدد برآمد ہوتے ہیں۔ یہ کتاب مطبع منبع النور، آگرہ میں چھپی تھی۔ راقم کی یادداشت میں لکھا ہے:

”یہ تارخ خلافت عثمانی کی ہے“

کتاب کے صفحہ ۷ پر حضرت عثمانؓ کا شجرہ درج ہے۔

۴۔ توارخ مہین

اس کتاب کا نام ”توارخ مہین یا آیات کمال“ ہے۔ ان میں سے پہلا نام تاریخی ہے جس سے اس کا سال تالیف ۱۳۲۲ھ معلوم ہوتا ہے۔ اس میں مختلف افراد کی وفات اور بعض امور سے متعلق مؤلف نے اپنے کہے ہوئے قطعات تارخ جمع کیے ہیں۔ لالاسریرام کی یادداشتوں میں اس کے مؤلف کے بارے میں لکھا ہے:

”کمال حکیم سید محمد مہدی صاحب طبیب اعلا راج تروا فرخ آباد خلف جلال لکھنوی“۔ (۶)

یہ کتاب مطبع تصویر عالم، لکھنؤ سے ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں چھپن صفحوں پر چھپ کر شائع ہوئی تھی۔

کانپور اور مضافات

۱۔ آئینہ توارخ

کتاب کا پورا نام آئینہ توارخ الملقب بہ تحفہ شائق، اور اس کے مولف کا نام حافظ الہی بخش شائق تخلص ہے۔ لالاسریرام کے تذکرے میں ہے:

”شائق، حافظ الہی بخش خلف شیخ محمد حاجی، باشندہ کانپور، سید وارث علی سیفی کے تلامذہ میں گزرے ہیں۔ مشاق اور پدگو تھے۔ ۱۲۹۵ھ کا چھپا ہوا دیوان موسوم بہ گلزار منظوم مطبوعہ نظامی، میرے کتب خانے میں موجود ہے..... فن تارخ گوئی میں آئینہ تارخ ان کی تصنیف ہے۔“ (۱)

آئینہ توارخ کتاب کا تاریخی نام ہے جس سے سال تالیف ۱۲۸۴ھ (۶۸-۱۸۶۷ء) معلوم ہوتا ہے۔ یہ پہلی مرتبہ ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں چھپی تھی۔ اس میں تین سے چودہ سو تک کے ہم عدد الفاظ، فقرات، امثال مستعملہ روزمرہ اور آیہ قرآنیہ وغیرہ شامل ہیں۔

کتاب مقبول ہوئی۔ مولف نے دوبارہ چھپوانے کا فیصلہ کیا۔ نظرثانی میں چودہ سو سے بڑھا کر دو ہزار تک کے اردو فارسی اور عربی کے مساوی الفاظ یا مادہ ہائے تارخ کا اضافہ کیا۔ مولوی محمد افضل علی ”ضو“ مالک و مہتمم بدایوں گزٹ نے طباعت کی تارخ کہی۔

چھاپی	آئینہ	توارخ	شائق نے مجھے پروف بھیجا
اچھی	تقطیع،	خوب	کاغذ
ہجری	میں	سال	طبع لکھی
			”نسخہ بمثال پایا“

منشی سید محمد عبدالغنی مقیم کانپور نے دس شعروں کا قطعہ کہا اور آخری شعر میں عیسوی سال کو نظم کیا۔ اس کے کچھ شعر یہ ہیں:

سخت تھا تارخ گوئی کا یہ فن	اب نہایت ہی سہولت ہو گئی
ہفتوں جس تارخ پر ہوتی تھی فکر	چند گھنٹوں کی وہ محنت ہو گئی
انتظامی میں بہت صحت کے ساتھ	طبع با حسن و لطافت ہو گئی
”اک زمانہ سے تھا دل کو شوق دید“	”دیکھ آئینہ کو حیرت ہو گئی“

$$۱۸۹۴ = ۸۱۰ + ۱۰۸۴$$

خود مؤلف نے بھی دس شعر کا قطعہ کہا۔ اس کا آخری شعر یہ ہے:
 ”اس سے پہلے بھی چھپی تھی یہ کتاب“ ”اب کے گونہ صاف اور عمدہ رہی“

$$۱۸۹۴ = ۸۲۶ + ۱۰۶۸$$

انتظامی پریس، کانپور کے مطبوعہ اس دوسرے ایڈیشن میں شروع میں قطعات تاریخ سولہ صفحات پر ہیں۔ بعد ازاں یہ کتاب ۴۳۲ صفحات پر مکمل ہوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد یہ کتاب مطبع نظامی، کانپور میں بھی چھپی۔ اس ایڈیشن میں مؤلف نے دیباچہ بھی شامل کیا ہے جو ۱۵ جولائی ۱۸۹۸ء میں لکھا گیا تھا۔

۲۔ بیان التوارخ

اس کتاب کے مؤلف ولایت علی خاں ولایت و عزیز صنی پوری تھے۔ ان کے مفصل حالات پروفیسر حنیف نقوی نے بہت محنت اور تحقیق سے لکھے ہیں۔ یہاں مختصراً نقل کیے جاتے ہیں:
 ”ولایت علی ابن یحییٰ علی ابن ثابت علی خاں صنی پور ضلع اناہ میں صفر ۱۲۵۹ھ / مارچ ۱۸۴۳ء میں پیدا ہوئے تھے۔ ۱۲۸۶ھ میں وہ باقاعدہ طور پر حلقہ فقرا میں داخل ہو کر عزیز اللہ شاہ کے نام سے معروف ہوئے۔ پہلے ولایت تخلص تھا اور اب عزیز تخلص اختیار کیا۔ محرم ۱۳۴۷ھ / جولائی ۱۹۲۸ء میں انہوں نے وفات پائی۔ ولایت اردو کے ساتھ ساتھ فارسی میں بھی شعر کہتے تھے۔ ابتدا میں احسان اللہ ممتاز کے اور پھر تقریباً ۱۲۷۸ھ میں مرزا غالب کے شاگرد ہو گئے تھے۔ (۲)

بیان التوارخ کے بارے میں پروفیسر حنیف نقوی نے جو لکھا ہے، مختصراً یہ ہے:
 ”ولایت و عزیز نے جو قطعات تاریخ کہہ کر اپنے دوادین میں شامل کیے تھے، ان کو الگ کر کے ایک رسالہ کی صورت میں جمع کیا اور اس کا تاریخی نام بیان التوارخ رکھا جس سے اس کا سال ترتیب ۱۳۱۱ھ (۱۸۹۳-۹۴ء) معلوم ہوتا ہے۔ ۱۳۳۰ھ میں اس پر نظر ثانی کر کے ان قطعوں کو نکال دیا جن میں صنعتوں کا التزام کیا تھا۔ یہ مجموعہ ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء میں ابوالعلائی اسٹیم پریس، آگرہ سے ایک سو بیس صفحات پر چھپوا دیا گیا تھا۔ اس کے شروع میں تاریخ گوئی کے اصول و قواعد کا بیان کیا گیا ہے۔“

۳۔ اعجاز التواریخ

بیان التواریخ میں سے جو قطعاً الگ کر دیئے گئے تھے مصنف نے ان کو ایک الگ رسالہ کی صورت میں اعجاز التواریخ کے نام سے مرتب کر دیا تھا۔ اس کا نام بھی تاریخی ہے اور اس سے ۱۳۳۰ کے عدد برآمد ہوتے ہیں۔ یہ مجموعہ ساٹھ صفحات پر ۱۳۳۲ھ میں ابوالعلائی اسٹیم پریس آگرہ سے چھپ کر شائع ہوا تھا۔

۴۔ نشید کاظم

شیخ کاظم حسین صدیقی متوطن پھپھوند ضلع اٹارہ نے ۱۳۲۵ھ (۱۹۰۷ء) میں اپنا دیوان نشید کاظم کے نام سے مرتب کیا۔ انہوں نے اس کا ایک اور نام یادگار کاظم حسین بھی مقرر کیا۔ یہ دونوں نام تاریخی ہیں۔ ایک برس کے بعد یہ دیوان الہ آباد سے چھپ کر شائع ہوا تھا۔

نشید کاظم کا پہلا جزو اٹھائیس صفحات پر محیط ہے اور اس میں سلام نبویؐ، منقبت حضرت علیؑ، مذمت ناہلی اور محاسبات وغیرہ ہیں۔

دوسرا جزو صفحہ ۲۹ سے صفحہ ۱۶۴ تک ہے اور اس کا تاریخی نام دیوان التواریخ ہے جس سے ۱۳۱۹ کے عدد برآمد ہوتے ہیں۔

اس کے بعد مناظر الاسما شروع ہوتا ہے۔ یہ بھی تاریخی نام ہے اور اس سے ۱۳۲۵ کے عدد حاصل ہوتے ہیں۔ اس جزو میں اسمائے حسنیٰ کا بیان ہے۔

صفحہ ۲۱۵ سے ”جدول اعداد حروف ابجد“ ہے۔ اس میں ہر حرف کے اعداد چار طرح سے تحریر کیے ہیں یعنی عدد زبر، عدد بینات، عدد مکتوبی صغیر اور عدد مکتوبی کبیر مثال کے طور پر حرف الف کے اعداد اس طور پر ہیں:

الف یعنی عدد زبر	=	ایک
ا یعنی عدد بینات	=	۱۱۰
۱۱۱	اور عدد مکتوبی کبیر	=	الف لام فا
		=	۱۱۱ + ۷۱ + ۸۱ = ۲۶۳

اسی طور پر ایک دوسری جدول میں اسمائے حسنیٰ کے حروف چہارگانہ درج کیے ہیں۔

نشد کاظم کا آخری جزو ”معمیات کاظم“ ہے۔ فن معما کسی زمانے میں بہت مقبول رہا ہے لیکن ۱۸۵۷ء کے بعد اس کا رواج کم سے کم ہو چلا تھا۔ اس لحاظ سے یہ جُزو بہت اہمیت رکھتا ہے۔ دیوان التوارخ اپنی نوعیت کا منفرد کام ہے۔ اس میں صرف معاصرین سے متعلق تاریخیں جمع کی گئی ہیں۔ تاریخ گوئی کے لیے جتنی صنعتیں رائج تھیں بیشتر کی مثالیں اس مجموعہ میں مل جاتی ہیں۔

الہ آباد

۱۔ نصیحت مختصر

محمد واصل عثمانی نے اس کتاب اور اس کے مصنف کے جو حالات لکھے ہیں، مختصراً اس طرح ہیں:

”شاہ محمد علیم نام، علیم تخلص کرتے تھے۔ حضرت وحید کے ہمعصروں میں تھے۔ تاریخ گوئی میں بڑا ملکہ تھا۔ تاریخ کہنے کے کچھ قاعدے وضع کر کے ایک چھوٹا سا رسالہ نصیحت مختصر جو اس کا تاریخی نام بھی ہے چھپوا دیا تھا“۔ (۱)

اس کتاب میں تاریخ گوئی کے اصولوں کا بیان، مساوی الاعداد الفاظ اور ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۸ء کے قطعات تاریخ درج ہیں۔ اس کے نام سے سال تصنیف ۱۸۸۸ء معلوم ہوتا ہے۔ یہ اسی سال میں سولہ صفحات پر مطبع البلاغ لکھنؤ میں چھپ گیا تھا۔

لکھنؤ

دبستان لکھنؤ کے بانی شیخ امام بخش نانخ کے ذکر میں مولانا محمد حسین آزاد نے کہا ہے کہ وہ ”بات بات پر تاریخیں کہتے تھے“۔ (۱) ان کے شاگرد رشید والا جاہ میر علی اوسط رشک کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کو ”شاعری کی سرکار سے تاریخیں کہنے کا ٹھیکہ ملا ہے“۔ (۲) میر رشک کے فرزند میر علی ضامن شوق کے حالات میں سعادت خان ناصر نے لکھا ہے:

”ہر غزل کے آخر میں تاریخ کہنا ایجاد کیا۔ آپ کو اس میں استاد کیا“۔ (۳)

پھر تو صورت حال یہ ہوئی کہ میر رشک کے کئی شاگرد اپنی غزل میں تاریخی مقطعات کہنے لگے۔ امیر علی خاں ہلال کے حال میں تحریر ہے کہ ان کا ”ایک دیوان ہے کہ جس کا ہر مقطع تاریخی ہے“۔ (۴) اس طرح لکھنؤ میں تاریخ گوئی کا رواج عام ہو گیا تھا چنانچہ اس جوار میں اس فن سے

متعلق کئی کتابیں لکھی گئیں۔ بعض یہ ہیں:

۱۔ افادہ تارخ

مصنف اس رسالہ کے حکیم سید ضامن علی جلال لکھنوی ابن حکیم اصغر علی تھے۔ لالاسیرام نے ان کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ مختصراً اس طرح ہیں:

”۱۲۵۰ھ میں سید ضامن علی پیدا ہوئے..... ۱۲۷۲ھ میں نواب یوسف علی خان والی رامپور نے طلب کیا اور بہت قدر و منزلت کی۔ وہ (جلال) نواب کلب علی خاں کے آخر عہد تک رامپور میں رہے۔ کئی مفید رسالے مثلاً افادہ تارخ، مفید الشعرا وغیرہ شائع ہو چکے ہیں۔ جلال نے بہ عمر چھتر سال ۱۲۰ اکتوبر ۱۹۰۹ء کو انتقال فرمایا“۔ (۵)

افادہ تارخ یا رسالہ قواعد تارخ گوئی کو جلال نے ۱۲۹۲ھ میں لکھا تھا۔ پھر ۱۳۰۲ھ میں نظر ثانی کر کے اس کا تاریخی نام افادہ تارخ مقرر کیا۔ اسی سال یعنی ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۵ء میں اسے مطبع جمعفری لکھنؤ سے تینتیس صفحات پر چھپوا دیا۔

۲۔ تارخ امام ہدی

نواب باقر علی خاں تشریفی نے جو شیخ ناسخ کے شاگرد اور گنج شہیداں، گلدستہ جناں، روضہ رضواں اور سرمایہ ایماں وغیرہ کے مؤلف تھے۔ رسالہ تارخ امام ہدی بھی تالیف کیا تھا۔ اس رسالے کے شروع میں دائرے بنا کر تارخ گوئی کی صنعتوں کا بیان کیا ہے اور پھر ائمہ معصومین کے لیے قطععات تارخ وفات کہے ہیں۔ رسالہ اٹھائیس صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۶ء میں چھپ گیا تھا۔

۳۔ اعجوبہ توارخ

محمد عبدالاحد شمشاد لکھنوی اپنے وقت کے باکمالوں میں سے تھے۔ لالاسیرام نے لکھا ہے: ”حضرت شمشاد کے والد مولوی عبدالرحیم اپنے وقت کے نامور علماء میں تھے۔ خود شمشاد ۳ صفر ۱۲۶۶ھ کو پیدا ہوئے۔ آفتاب الدولہ قلق کے شاگرد ہوئے۔ آخر عمر تک مدرسہ چشمہ رحمت غازیپور میں معلم رہے۔ ۱۹۱۵ء میں انتقال کیا۔ آپ کے دیوان طبع ہو چکے ہیں۔ عمر بھر صرف غزل کہی“۔ (۶)

شمشاد کے دیوان خزینہ شمشاد عرف نظم دلفروز سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حکیم سید محمد جمعفری حسین کاشف لکھنوی سے بھی تلمذ اختیار کیا تھا اور غزل کے علاوہ نغمے اور تاریخیں بھی خوب کہتے تھے۔

خزانہ خیال میں شمشاد نے اپنی کتاب اعجوبہ تواریخ بھی شامل کر کے چھپوا دی تھی جو دو سو سولہ صفحات پر محیط ہے۔ یہ دونوں نام تاریخی ہیں۔ پہلے سے ۱۳۰۴ھ اور دوسرے سے ۱۸۹۸ کے عدد برآمد ہوتے ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اسی سال میں مطبع مجتہائی لکھنؤ سے چھپ کر شائع ہوئی تھیں۔

۴۔ آخرت باقی

اس رسالے کے مؤلف کا احوال لالا سریرام نے اس طرح تحریر کیا ہے:
 ”تائب منشی کھنولال خلف منشی جھاوالال تلمیز و نبیرہ واجب لکھنوی، ملازم کوٹھی خزانہ میرٹھ
 بینک، قوم کاسٹھ، ریاست حیدر آباد میں بھی رہے ہیں.....“۔ (۷)

ان کا رسالہ آخرت باقی ۱۳۱۲ھ میں تالیف ہوا تھا۔ نام اس کا تاریخی ہے۔ اسی سال میں یعنی
 ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۶ء میں محمود نگر، لکھنؤ میں چھپا تھا۔

۵۔ مخزن حزن و ملال

نفیس لکھنوی کی وفات سے متعلق مختلف شعراء نے فارسی اور اردو میں تاریخیں کہی تھیں۔ حکیم سید
 علی محسن خاں ابر نے ان کو دو حصوں میں مرتب کر دیا، اس طرح حصہ اوّل فارسی ”چھبیس صفحے“ اور
 حصہ دوم اردو ”بیس صفحے“ اور اس کتابچہ کو ۱۹۰۱ء میں شام اودھ پریس لکھنؤ سے چھپوا دیا تھا۔

۶۔ وفیات الاخیار

جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے اس میں مرنے والوں کی تاریخیں جمع کی گئی ہیں۔ مرتب
 حاجی محمد احسن وحشی ہیں۔ کتاب کے نام سے سال تالیف ۱۳۱۹ھ برآمد نہیں ہوتا ہے۔ اس میں ابواب
 کی تقسیم بہ اعتبار حروف تہجی کی گئی ہے اور معلومات کو تین جدولوں میں جمع کیا ہے یعنی:

جدول اوّل :	بہ ترتیب اسمائے گرامی
جدول دوم :	بہ ترتیب تاریخ وفات
جدول سوم :	بہ ترتیب مدفن

کتاب ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء میں مطبع شام اودھ لکھنؤ میں ایک سو ستاسی صفحات پر چھپی ہے۔

۷۔ استخراج التواریخ

اس کتاب کے بارے میں بس اسی قدر معلوم ہوا ہے کہ اس کے مؤلف میر عباس تھے جن کا

تعارف نساخ کے تذکرے میں اس طرح آیا ہے:
 ”عباس تخلص، میر عباس تھانہ دار لکھنؤ ولد میر امام الدین لکھنوی شاگرد وزیر، صاحب دیوان
 گزرے“۔ (۸)

۸۔ رسالہ گورکھ دھندھا

قابل توجہ بات یہ ہے کہ فن معما سے متعلق کانپور کے مضافات میں ایک کتاب کا ذکر کیا گیا ہے۔ اب لکھنؤ میں اس فن کی ایک اور کتاب کا حال درج کیا جاتا ہے جس کا نام اس طرح آیا ہے:
 ”رسالہ گورکھ دھندھا یعنی نگار خانہ معما مع شرح اُردو، بیان اعمال معما“۔

مؤلف اس کے سید سراج الحسن مودودی ابن میر ابن حسن تھے۔ یہ کتاب پہلی بار مطبع منشی
 نولکشور، لکھنؤ سے مئی ۱۸۸۳ء میں چھپی تھی۔

کتاب مقبول ہوئی چنانچہ اکتوبر ۱۸۸۵ء میں یہ اسی مطبع سے دوسری بار چھپ کر شائع ہوئی۔

عظیم آباد اور مضافات

۱۔ کنز تواریخ

اس کتاب کے مصنف سید شاہ محمد بیگی، بیگی تخلص ابن شاہ وجہ اللہ فرحت ابن سید شاہ احمد اللہ
 ۱۲۵۴ھ / ۱۸۳۸ء میں پیدا ہوئے اور ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۵ء میں فوت ہوئے۔ اس ضخیم کتاب کا قلمی نسخہ
 کتب خانہ خدا بخش پٹنہ میں محفوظ ہے۔ مؤلف نے اس کے دیباچے میں لکھا ہے:

ہیچ مداں از سن صبا شوق فن تاریخ در سر داشت..... در حلقہ درس استاذنا مولوی محمد سعید
 عظیم آبادی حسرت تخلص..... بہ تاریخ گوئی مناسبت صحیح پیدا نمود..... الحال کہ سنہ یک
 ہزار و دو صد و ہشتاد و ہشت ہجری (۱۸۷۱ء) است..... گفتہ ہائے خودم را مرتب و مجموع
 سازم۔ (۱) کما قلت قطعہ اولی

شد مرتب بہ محنت بسیار فکر بیگی مجلد تاریخ

مجلد تاریخ سے کتاب کے آغاز کا سال ۱۲۸۸ معلوم ہوتا ہے۔ چند سال کی محنت کے بعد جب
 کتاب مکمل ہوئی تو مؤلف نے اس کے لیے دو تاریخی نام مقرر کیے یعنی کنز تواریخ اور مجلد تواریخ اور
 دونوں سے ۱۲۹۴ کے عدد برآمد ہوتے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس میں اضافے کا سلسلہ جاری رہا

چنانچہ بصورت موجودہ اس میں ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۲ء تک کے قطعات تاریخ موجود ہیں۔
 کتاب کنز توارخ تا حال چھپ نہیں سکی ہے البتہ اس کی تلخیص خدا بخش لائبریری پٹنہ کی طرف
 سے ۱۹۸۲ء میں شائع کر دی گئی ہے۔ اس کا عنوان اس طرح ہے:
 ”کنز توارخ..... تیرہویں صدی کی تاریخیں ۱۲۰۳ھ تا ۱۲۹۹ھ..... قطعات تاریخی سے ماخوذ“
 اس سے ظاہر ہے کہ یہ پوری کتاب کی تلخیص نہیں ہے۔ اصل کتاب کے مندرجات اس طرح ہیں:
 ”اولین تاریخ قطعہ رسول اکرم ﷺ کی تاریخ پیدائش پر ہے۔ پھر وفات نبویؐ پر، پھر تاریخ
 بہ تاریخ پہلی، دوسری اور تیسری صدی کے دو دو چار چار اہم سنین کی تاریخیں ہیں۔ پھر
 گیارہویں اور بارہویں صدی کی چند تاریخیں ہیں۔ تیرہویں صدی (ہجری) ۱۲۰۳ سے
 شروع ہوتی ہے۔“

اس میں بیشتر قطعے فارسی میں ہیں۔ کچھ اُردو میں بھی ہیں۔ مخطوطہ کی ضخامت ۵۴۲ صفحات ہے۔

۲۔ تاریخہائے پیدائش و وفات معاصران

یہ محمد سعید حسرت عظیم آبادی کے قطعات تاریخ کا اختصار ہے۔ حسرت منشی واعظ علی ابن شیخ عمر
 دراز ابن مولوی فقیر اللہ کے بیٹے تھے۔ لالا سریرام نے لکھا ہے کہ حسرت ۲۷ ذیقعد ۱۲۳۵ھ / ۱۸۱۶ء
 کو بہ مقام عظیم آباد پیدا ہوئے (۲)۔ ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۶ء میں گورنمنٹ نے ان کو شمس العلماء کا
 خطاب دیا۔ یہ فارسی میں حسرت اور عربی میں سعید تخلص کرتے تھے۔ حسرت نے ۳ شعبان ۱۳۰۴ھ /
 ۱۸۸۷ء میں وفات پائی تھی۔

حسرت کی مطبوعہ کتابیں دو بتائی گئی ہیں: قسطاس البلاغت اور مقصد البلاغت۔ ثانی الذکر پہلی کا
 تتمہ ہے اور اس میں معاصرین کی پیدائش اور وفات سے متعلق ایک باب ہے۔ اسی باب کو الگ کر
 کے خدا بخش لائبریری پٹنہ کی طرف سے اس عنوان سے ۱۹۷۸ء میں شائع کر دیا گیا ہے:
 ”تاریخہائے پیدائش و وفات معاصران ۱۲۲۸ھ تا ۱۳۰۳ھ“

۳۔ قطعات تاریخ و رباعیات

راقم کی یادداشت کے مطابق اس نام سے ایک مجموعہ ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء میں چھپا تھا جس کے
 مؤلف سید احمد افسر تھے۔ افسوس ہے کہ اب اس کے بارے میں کوئی اور بات معلوم نہیں ہو سکی۔

۴۔ دیوان توارنخ

اس مجموعہ کا یہ تاریخی نام ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء میں مرتب ہوا تھا۔ مؤلف اس کے سید آل محمد تھے اور یہ اسی سال میں مطبع نور الانوار، آره سے ایک سو اسی صفحات پر چھپ کر شائع ہوا۔

کلکتہ

۱۔ گنج توارنخ

اس کتاب کا نام تاریخی ہے جس سے اس کا سال تالیف ۱۲۹۰ھ معلوم ہوتا ہے۔ اس کے مؤلف ڈپٹی عبدالغفور خاں نسخ تھے جن کے بارے میں حکیم حبیب الرحمان نے لکھا ہے:

”جناب نسخ کوفن تارنخ گوئی سے بھی بڑی مناسبت تھی اور آج انہی کے طفیل بنگال کے اہل علم و رؤسا کی جینے مرنے کی تاریخیں معلوم ہوتی ہیں۔“ (۱)

گنج توارنخ پہلی بار مطبع اودھ اخبار، لکھنؤ سے جنوری ۱۸۷۵ء / ذی الحجہ ۱۲۹۱ھ میں چھپی تھی۔ اس میں حضرت رسول اکرم ﷺ سے زمانہ حال تک کے مشاہیر اور واقعات سے متعلق قطعات تاریخ موجود ہیں۔ اس میں دیباچہ کوئی نہیں ہے۔

۲۔ کنز توارنخ

اس کا نام بھی تاریخی ہے اور اس سے ۱۲۹۴ھ کے اعداد حاصل ہوتے ہیں۔ دراصل یہ گنج توارنخ کا ضمیمہ ہے اور ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء میں نظامی پریس، کانپور میں چھپی تھی۔ بعد میں گنج توارنخ مع ضمیمہ گنج توارنخ (یعنی کنز توارنخ) مطبع منشی نولکشور لکھنؤ سے بھی چھپ کر شائع ہوئی تھی۔

۳۔ مظہر معما

یہ بھی نسخ کی تالیف ہے۔ حکیم حبیب الرحمان نے اس کے بارے میں تحریر کیا ہے:

”نسخ مرحوم کوفن شاعری کی تمام شاخوں سے مناسبت تھی۔ فارسی زبان میں معما میں ایک مختصر رسالہ ہے جس میں انہوں نے اپنے معماؤں کو مع حل جمع کر کے چھپوایا ہے۔“

شرح کی زبان فارسی ہے، اگرچہ چند معنی اُردو میں بھی ہیں..... پندرہ صفحات ہیں۔ مطبع
بجراعلوم، لکھنؤ میں ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء میں چھپی ہے۔ (۲)

اس کتاب کا نام بھی تاریخی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ۱۲۹۶ھ میں تالیف کی گئی تھی۔
اس کا سال طباعت ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۵ء ہے، اور یہ تاریخ ”رخشاں معما“ سے برآمد ہوتی ہے۔

ڈھا کہ

۱۔ غم ماہ پیکر

حکیم حبیب الرحمان نے اس کتاب کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ نواب ڈھا کہ سر احسن اللہ کی
بیگم قمر النساء خانم کی رحلت سے متعلق خان بہادر نواب زادہ خواجہ محمد افضل ”افضل“ رئیس ڈھا کہ نے
جتنی تاریخیں کہی تھیں ”غم ماہ پیکر“ کے نام سے ان کو جمع کر دیا تھا۔ (۱) اس نام سے ۱۳۱۸ کے عدد
حاصل ہوتے ہیں۔ حکیم صاحب کا کہنا ہے کہ سترہ صفحات کا یہ مجموعہ مطبع یوسفی ڈھا کہ میں ۱۳۱۵ھ میں
چھپا تھا۔ ظاہراً سہو آٹھ کی جگہ پانچ چھپ گیا ہے۔ صحیح سال طباعت ۱۳۱۸ھ یا ۱۳۱۹ھ ہوگا۔
افضل فن سخن میں آزاد جہانگیر گری کے شاگرد تھے اور بیشتر تاریخی نظمیں کہتے تھے:

سلہٹ

۱۔ ریاض النور

کتاب کے نام ”ریاض النور“ سے سال تالیف ۱۲۹۹ھ معلوم ہوتا ہے۔ اس کے مؤلف مولانا اجیر الدین
محمد ساکن پھول باڑی ضلع سلہٹ تھے۔ یہ کتاب مطبع نظامی کانپور سے ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۲ء میں چھپ کر
شائع ہوئی تھی۔

جلیپور

۱۔ سرود غیبی

تاریخ گوئی کے فن سے متعلق اس کتاب کے مصنف سید محمد علی جوہا مراد آبادی
تھے۔ جناب احترام الدین شاعری نے ان کو میر علی اوسط رشک کا شاگرد بتایا ہے۔ (۱) جوہا
نے اس کتاب کو ”امیر کبیر نواب میر علی مراد خان صاحب بہادر دام اقبالہ والی ملک خیر پور

”سندھ“ کے نام نامی پر تالیف کیا ہے، چنانچہ سرورق پر بھی ان کا نام لکھا ہے۔ مؤلف نے کتاب کا نام سرود غیبی معروف بہ خیابان تاریخ رکھا ہے۔ اس میں پہلے جُزو سے ۱۲۹۲ھ اور دوسرے سے ۱۸۷۵ء کے عدد برآمد ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی سرورق پر بعض تاریخی نام لکھے ہیں مثلاً خزینۂ صنعت، تواریخ عجب، نگارستان بہجت اور چمنستان فرحت وغیرہ۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جو یا کے لیے محمد امداد علی امداد نے صحیح لکھا ہے کہ ”یہ فن ان کے لیے اور وہ اس فن کے لیے“۔ (۲)

سرود غیبی میں مسٹر میو وانسرائے گورنر جنرل کے مقام رنگون میں چھری سے قتل کیے جانے کی بھی کئی تاریخیں ہیں۔ قاتل کا نام شیر علی خیبری لکھا ہے۔ اس سلسلے کے ایک قطعہ کے بارے میں لکھا ہے کہ: ”اس مادہ میں ایک لاکھ بارہ ہزار تاریخ نکلتی ہیں“

یہ واقعہ ۱۸۷۲ء کا ہے۔

کتاب سرود غیبی پہلی بار مطبع نولکشور لکھنؤ میں ۱۲۹۰ھ میں چھپی تھی۔ پھر اسی مطبع سے دو برس بعد بھی چھپ کر شائع ہوئی۔ میرے کرم فرما جناب عبدالرووف خان ساکن اودہ کلاں سوامی مادھو پور (خدا ان کے درجات بلند تر کرے) نے لکھا ہے کہ: ”دونوں ایڈیشنوں میں کوئی فرق نہیں“

سرود غیبی کی ورق گردانی سے پتا چلتا ہے کہ جو یا نے تاریخ گوئی کے فن سے متعلق چھوٹے بڑے کئی رسالے تصنیف کیے تھے۔ بعض یہ ہیں:

۲۔ ”رسالہ متعلق مسند نشینی نواب شاہجہاں بیگم والی بھوپال ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۹ء“

یہ کوئی آٹھ ورق کا منظوم رسالہ ہے۔ اس کا ہر مصرع تاریخی ہے۔

۳۔ مثنوی در تہنیت مسند نشینی نواب محمد ابراہیم علی خاں والی ٹونک ۱۲۸۶ھ / ۱۸۷۰ء۔

اس کے ایک شعر میں سے تاریخ ہجری اور دوسرے سے تاریخ عیسوی پیدا ہوتی ہے۔

۴۔ قصیدہ در مدح نواب میر علی مراد خاں والی خیرپور سندھ، ۱۸۸۲ء۔

اس میں دس شعر سے بارہ ہزار تاریخ نکلتی ہے۔

ان کے علاوہ کئی نثری عبارتیں بھی جو یا نے ایسی لکھی ہیں جن کے ہر فقرے سے تاریخ

نکلتی ہے۔

۵۔ احترام الدین شاعلمرغول مرعوم نے ءوفا ءى ءصانف ءى ”ءء اسرار“ ءا ءهى ءءر ءفا هه اور ءءهءا هه ءه ءه ”ءوفا ءى ءمله ءوارءء ءا ءملل ءمءوه؁ نهافء ءءفم هه“۔ (۴) هه ءمءوه ههءى ءسءفاب نههءى هو سءا۔ ءوفا نے ءهءور ءى ءهءءءه ءه ءهء ءو ءفءه؁ اس ءا ءفان ءفءل ءه ءءعه ءارءءء ءى ءفا هه: ۷

ءرفى آءا ءى ناءءرءناس مرءم نزد هر ءرءء و ءلاں ءوهر و زر ءى ءفئم
ههر ءارءءء ءءفءم ز ءلام ءافظ ”ءءوق زرءى ههء ءر ءرءن ءرءى ءفئم“

۱۸۶۲ء

ءءء سال ءى ءءء ءه ءهء ءء ءوفا نے اءنى ءءاب سرءء ءفءى ءملل ءى اسى ”آءا ءى“ ءى ءنى ءاعر اور ءارءءء ءو افسه ءو ءوءءءه ءه ءن ءا ءوفا ءى ءءاب ءى ءفان ءفا ءفا هه ءهءءء: آءاه سفء اءء مرزا ءاں؁ سرن لالا ءنءا سرن؁ عءا عءاء اللء ءاں عرف ءاءء ءاں؁ ءءى لالا ءءءن لال ءهارءو؁ ءونس لالا ههرا لال؁ هافى ءءى ءنا رام و ءفهره

۶۔ ءمءوه ءءعءاء ءارءءء

اس ءمءوه ءه ءولف ءا ءءر ءوفا نے اس ءرء ءفا هه:
”ءءاب ءولوى سلفم ءرفن ءا ءاب ءسلفم ءه ءافم ءه ءرءه ءرم فرما ههءى۔ اللء سلامت رءهءى“۔ (۵)

ءوفا نے ان ءى ءنى ءءابوں ءى ءارءءءء ههءى ءهءى۔ ءاعلمرغول مرعوم نے ان ءه ءالاء ههءء ءفصفل سه ءلمءء ءفه ههءى۔ ان ءا نام ابوالءفان ءمءء عثمان عرف سلفم ءرفن ءها اور هه ءافظ ءاضى ءسفب ءرفن ابن ءاضى نءام ءرفن عثمانى نارئولى ءه ءفءه ءهءى۔ ۱۲۵۶ھ / ۱۸۴۰ء ءى ءفءا هوئے ءهءى۔ ۱۸۵۷ء ءه ءهء ءسى ءءء ءهءور ءى آءه ءهءى۔ آءر ءمانه ءى ءهر نارئول ءهءه ءهءى۔ وهه ءمءا ءى ءانى ۱۳۰۱ھ / اءرفل ۱۸۸۴ء ءو ءوء هوئے۔ فارسى اور اءرءو ءى ءفن ءرفن سه زفءاه ءءابفء ءصنفل ءى ءهءى۔ ان ءى سه صرف ءءء ءهءه سءفءى۔ ءارءءء ءو ءى ءا ههءء ءءوق ءها۔ ءفءءر ءءابوں ءه ءارءءءءء نام رءه ههءى۔ ءاعلمرغول مرعوم نے ان ءه ءفء ”ءمءوه ءءعءاء ءارءءء و ءفءر ءءعءاء“ ءا ءهى ءءر ءفا هه ءو ءفهره ءه ءفا ءها۔

حیدر آباد

تاریخ گوئی سے متعلق جتنی کثیر تعداد میں حیدر آباد (دکن) میں کتابیں لکھی گئیں، ملک کے کسی دوسرے مقام پر نہیں لکھی گئیں۔ سرسری مطالعے سے جن کتابوں کا پتا چل سکا، یہ ہیں:

۱۔ مساوی الاعداد

میر محمد حسین حیدر آبادی اس کتاب کے مؤلف ہیں۔ اس میں مؤلف نے ایک سے ہزار عدد کے مساوی مادہ ہائے تاریخ جمع کیے ہیں۔ یہ کتاب فیض عام پریس حیدر آباد سے ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء میں چھپ کر شائع ہوئی تھی۔

۲۔ گلشن خیال

یہ مولوی محمد سعید ابن مولوی محمد رحیم ہمت خانی کا رسالہ ہے۔ اس میں ایک سے ۱۹۵۴ تک کے ہم عدد الفاظ اس طرح درج کیے گئے ہیں کہ اس رسالہ کو ”لغت“ کہا گیا ہے۔ یہ منشی نولکشور کے مطبع لکھنؤ میں ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوا تھا۔

۳۔ گلزار ہمیشہ بہار

اس کتاب کے مؤلف منشی محی الدین حسین خاں تنسیم ہیں۔ لالاسریرام نے ان کے حالات اس طرح سے تحریر کیے ہیں:

”نواب سپہدار جنگ بہادر رئیس مدراس کے خویش، نواب کرناٹک کے قرابت دار اور مولانا کوثر خیر آبادی کے شاگرد رشید ہیں۔ عرصہ سے دکن میں سکونت پذیر اور وہاں کے کالج میں پروفیسری کے عہدے سے ممتاز ہیں۔ سن شریف پینتالیس برس کے قریب ہے۔ سرکار نظام سے کچھ منصب بھی پاتے ہیں۔“ (۱)

ان کے رسالہ گلزار ہمیشہ بہار نظام المطالع، حیدر آباد دکن میں چھپ کر شائع ہوا تھا۔

۴۔ ہدیۃ المورخین

اس کتاب کے مؤلف کا احوال نصیر الدین نقش حیدر آبادی نے اپنے تذکرے میں اس طرح لکھا ہے:

”نظم تخلص سید غلام دستگیر صاحب صبغة الہی، از دودمان کریم و از اکابر بزرگان زعیم اند۔
اراکٹ وطن، حیدر آباد مسکن، مردے ذی حافظہ و خوش کلام و ماہر فنون عربیہ و فارسیہ و
اُردو“۔ (۲)

افسر صدیقی امر وہوی نے ان کی کتاب ہدیۃ المؤمنین کے مخطوطے کے تعارف میں تحریر کیا
ہے کہ:

”ہدیۃ المؤمنین کے مصنف سید غلام دستگیر نظم حیدر آبادی ہیں۔ مخطوطہ میں ان شاعروں کی
معلومات کے لیے بہت اچھا ذخیرہ ہے جو تاریخ گوئی سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ سیدھی سادی
اُردو میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور ہر مسئلہ کو مناسب مثالوں سے سمجھایا گیا ہے۔
(خاتمہ کی عبارت یہ ہے)۔ ہاں ہاں یہ کچھ ادعا نہیں ہے کہ اس رسالے میں اصول کے
سوانہیں ہے۔ حضرات ناظرین اگر اس رسالہ کو ابتدا سے انتہا تک ملاحظہ فرمائیں گے تو
فقیر کو اس قول میں صادق پائیں گے“۔ (۳)

اس مخطوطہ کی کتابت ۲ صفر ۱۳۰۸ھ بہ روز پنجشنبہ مکمل ہوئی تھی۔ سال تصنیف اس کا ۱۳۰۷ھ /
۱۸۸۹-۹۰ء ہے اور یہ کل ایک سو اکٹھ صفحات پر محیط ہے۔

۵۔ گنجینۂ تواریخ

پورا نام اس کتاب کا گنجینۂ تواریخ عرف مرآۃ الخیال ہے۔ مرآۃ الخیال اس کا تاریخی نام ہے اور
اس سے سال تالیف ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵-۹۶ء برآمد ہوتا ہے۔ یہ کتاب اسی سال میں چھپی تھی چنانچہ اس
مصرع سے تاریخ نکلتی ہے۔ شد طبع کتاب میر نادر ۱۳۱۳

اس کے مولف نے اپنا نام اس طرح لکھا ہے:

”میر نادر علی الموسوی المتخلص بہ رعد ابن میر کاظم علی شعلہ ابن میر احمد علی خاں شہید دہلوی“

اور کتاب کے بارے میں ان کا کہنا ہے:

”اس نسخہ متوازی الاعداد کتابت مشتمل بر قواعد و الفاظ و فقرات تاریخی کہ برائے افادۃ

عام تالیف نمودم“۔

اس میں ایک سے انیس سو تک کے اعداد کے مساوی الفاظ و فقرات، مختلف لوگوں سے متعلق
قطعہ تاریخ وغیرہ جمع کیے گئے ہیں۔ آخری صفحہ پر ”دوامی جنتری مرتبہ مولف اس کتاب“ بھی ہے۔

یہ کتاب دو سو سولہ صفحات پر مطبع فخر نظامی حیدر آباد میں چھپی تھی۔

۶۔ گلبن تاریخ

اس کتاب کے مؤلف حکیم میر مہدی حسین رضوی الم تھے۔ نصیر الدین ہاشمی مرحوم نے ان کے حالات میں تحریر کیا ہے:

”یہ حیدر آباد کے مشہور شاعر اور ڈاکٹر تھے۔ ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۶-۶۷ء میں تولد ہوئے۔ داغ سے تلمذ حاصل کیا۔ کئی کتابوں (مثلاً رسالہ ہادی ثبوت حجاب) کے مصنف تھے۔ جملہ اصناف سخن میں طبع آزمائی کی۔ شاگردوں کی فہرست طویل ہے۔“ (۴)

باب کے لیے گلبن اور فصل کے واسطے گل کا استعمال کیا ہے چنانچہ پہلے گلبن میں آٹھ گل ہیں۔ ان میں تاریخ گوئی کے مسائل کا بیان ہے۔ دوسرے گلبن میں پانچ گل ہیں جو تاریخ کی قسموں اور صنعتوں کے ذکر پر مشتمل ہیں۔ اس میں ایک سے دو ہزار عدد کے مساوی فارسی اور اردو مادہ ہائے تاریخ درج کیے گئے ہیں۔ سات سو صفحات کی یہ کتاب مطبع فخر نظامی، حیدر آباد سے ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۶ء میں چھپ کر شائع ہوئی تھی۔

۷۔ تواریخ میلاد پاک

اس مجموعہ مرتب کے بارے میں نصیر الدین ہاشمی مرحوم نے لکھا ہے:

”سید اصغر حسین المتخلص بہ ناجی ۱۲۵۶ھ / ۱۸۴۰ء میں ولادت ہوئی۔ تفضل حسین عطا سے تلمذ حاصل کیا۔ تاریخ گوئی میں اچھا ملکہ تھا۔ ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء میں وفات پائی۔ شاگردوں کی تعداد کثیر ہے۔“ (۵)

”تواریخ میلاد پاک“ اس مجموعہ کا تاریخی نام ہے۔ یہ اس سے ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء سال تالیف معلوم ہوتا ہے۔ یہ مجموعہ اسی سال میں چھپ گیا تھا۔

۸۔ عز التواریخ

اس کتاب کے مؤلف بھی اصغر حسین ناجی ہی تھے۔ یہ کتاب بھی اسی سال میں تالیف ہوئی تھی۔ نام اس کا بھی تاریخی ہے، چنانچہ ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء ہی میں یہ بھی چھپی تھی۔

۹۔ قطعہ ہائے تاریخ وقار

اُردو اور فارسی میں کوئی چار سو قطعے تاریخ کا ایک مجموعہ (قلمی) علی گڑھ کی مولانا آزاد لائبریری میں محفوظ ہے (۶)۔ یہ سب قطعے حیدرآباد سے متعلق ہیں اور ان میں آخری قطعہ ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء کا ہے۔ یہ مجموعہ ایک سو پینتالیس اوراق پر محیط ہے۔

اس مجموعے کے مؤلف وقار کے حالات تو معلوم نہیں البتہ لالا سریرام کی یادداشتوں میں وقار تخلص کے ایک شاعر کا حال اس طرح لکھا ہے:

”وقار سید زین العابدین لکھنوی مقیم کلکتہ ملازم شاہ اودھ واجد علی شاہ پہلے مرزا نظر علی بیگ خطا کے شاگرد تھے، پھر میر امداد حسین نشتر سے تلمذ اختیار کیا۔ تاریخ گوئی میں یدِ طولی رکھتے ہیں“۔ (۷)

امکان ہے کہ بادشاہ کی وفات کے بعد یہی وقار حیدرآباد چلے گئے ہوں اور وہیں انہوں نے قطعے تاریخ کا یہ مجموعہ مرتب کیا ہو۔

۱۰۔ مجموعہ تواریخ مہر

اس مجموعے کے مؤلف کے حالات نصیر الدین ہاشمی مرحوم نے جو تحریر کیے ہیں ان کا خلاصہ اس طرح ہے:

”صاحبزادہ میر آفتاب علی خاں نام اور مہر تخلص، خاندان آصفی کے یہ دوسرے مہر تخلص کے شاعر ہیں۔ ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئے۔ سید حیدر علی طباطبائی سے تلمذ حاصل کیا۔ پھر مدرسہ عالیہ میں ملازم ہوئے۔ انہوں نے بہت کم عمری میں اپنا دیوان مرتب کر لیا تھا۔ اس میں کچھ کلام فارسی میں بھی تھا“۔ (۸)

مجموعہ تواریخ مہر چونٹھ صفحات کا رسالہ ہے جس کی تصنیف اور کتابت کا سال ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء ہے۔ شاعر نے اپنی پیدائش سے بہت پہلے کے واقعات کی تاریخیں بھی کہیں تھیں چنانچہ اس مجموعہ میں ۱۲۵۵ھ / ۱۸۳۹ء تک کے قطعے بھی شامل ہیں۔ اس مجموعے کے نسخے آصفیہ میں کوئی دیباچہ یا ترقیمہ بھی شامل نہیں ہے۔ بہ گمان غالب یہ مصنف کا نسخہ یا بیاض ہے۔

بمبئی

۱۔ تواریخ اکمل

محمد شاہ عرف سید فقیر محمد چشتی فدا تخلص اس کتاب کے مؤلف تھے۔ فدا مذہب پسند شخص تھے چنانچہ ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۹ء میں انہوں نے منشور شفاعت کے نام سے ایک گلدستہ نکالنا شروع کیا تھا۔ (۱) فدا شیخ محمد قریشی یلدرم منظور کے شاگرد تھے۔ منظور نے ۱۳۰۸ھ میں رحلت کی۔ اس موقع پر فدا اور ان کے کئی معاصرین نے تاریخیں کہی تھیں۔ فدا نے ان سب کو جمع کر کے ایک رسالے کی صورت میں شائع کر دیا۔ اس مجموعہ میں ستاسی شاعروں کے قطعے شامل تھے۔ (۲) فدا نے اس کا تاریخی نام تواریخ اکمل رکھا جس سے اس کا سال تالیف ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۱ء معلوم ہوتا ہے۔

ناگپور اور مضافات

۱۔ دیوان تاریخات

اس دیوان کے مصنف سید محمد عبدالعلی عادل تخلص سید محمد علی کے بیٹے ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۴ء میں ناگپور میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کا گھرانہ میسور کا رہنے والا تھا۔ وہاں سے آکر ناگپور میں رہ پڑے تھے۔ عادل بڑے باکمال تھے۔ انہوں نے دیوان غزلیات، دیوان قصائد وغیرہ کے علاوہ ایک دیوان تاریخات بھی مرتب کیا تھا اور اس کا تاریخی نام ”فوج تواریخ“ رکھا تھا، چنانچہ کہتے ہیں:

فوج تواریخ نہادہ عالم ۱۳۰۶

اس دیوان میں عادل بعد تک اضافے کرتے رہے تھے چنانچہ ۱۳۱۰ھ تک کے اس میں قطعے موجود ہیں۔ بیشتر قطعے فارسی میں ہیں۔ صرف کچھ اردو میں ہیں۔ عادل نے ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۳ء میں وفات پائی تھی۔

۲۔ پنج قطعہ تاریخ

ناگپور کے باصلاحیت کسی شاعر کی تالیف ہے جس کا تخلص وحشی ہے۔ حالات اس کے بالکل معلوم نہیں۔ یہ قصیدہ جانو جی بھوسلہ ثانی (متوفی ۱۸۸۱ء) کے بیٹے کی پیدائش کے موقع پر کہا گیا تھا۔ اس میں کل سڑھ شعر ہیں۔ شروع کے مدحیہ اشعار کے بعد شاعر نے کہا ہے:۔

لکھو اک غزل تم بھی تاریخ میں کہ رکھتے ہو ذہن رسا و حشیا

چھ شعر کی اس غزل میں ہر شعر کے مصرع اولیٰ کے حرف اول کے اعداد کو جمع کرنے سے فصلی اور ہر دوسرے مصرع کے ابتدائی حرف کے اعداد کے مجموعہ سے عیسوی سال اور غزل کے آخری مصرع سے ہجری سال برآمد ہوتا ہے۔ اس کے بعد تیرہ شعروں میں اس قطعہ کی تشریح کی ہے۔ اس کے بعد بحریں بدل بدل کر چار تاریخیں کہی ہیں۔ پھر ان کا ترقیمہ ہے:

”الحمد للہ پنج قطعہ تاریخ تولد فرزند ارجمند راجا صاحب موصوف ہجری و فصلی و عیسوی و بکری از تصنیفات وحشی تمام شد۔ تحریر او بہ تاریخ ۱۲۹۳ھ ، ۱۲۸۳ فصلی، ۱۸۷۷ عیسوی، ۱۹۳۳ سمت“۔ (۲)

۳۔ تاریخات زلفی

عادل کے شاگردوں میں غلام عبدالقادر خاں زلفی تخلص ممتاز ہوئے۔ ڈاکٹر شرف الدین ساحل نے ان کی تحریروں میں ”تاریخات زلفی“ کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو تاریخ گوئی سے خصوصی دلچسپی تھی۔ ڈاکٹر ساحل نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

”معلوم ہوتا ہے کہ وہ عادل کی وفات کے بعد زیادہ دنوں تک زندہ نہیں رہے..... انہوں نے ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء کے آس پاس رحلت فرمائی“۔ (۳)

۴۔ انشائے محمد براری

کتاب کے نام سے کچھ اور خیال ہوتا ہے لیکن فی الحقیقت اس کا موضوع تاریخ گوئی ہے۔ مصنف کا نام محمد براری ہے۔ کتاب فارسی میں ہے اور صرف آتیس صفحات پر محیط ہے۔

حواشی

دہلی:

(۱) گلستان سخن، جلد ۱، ص ۴۳۸۔

لاہور:

(۱) فہرست مخطوطات، شیرانی لاہور، جلد ۳ ص ۵۴۰، (۲) خزینۃ الاصفیاء، حصہ ۱، ص ۲

(۳) ایضاً، حصہ ۱، ص ۴۔ (۴) نقوش۔ لاہور نمبر حصہ ۲، ص ۹۸۸۔

مضافات دہلی:

(۱) نختانہ جاوید، جلد ۴، ص ۲۸۹ تا ۲۹۱

گوالیار:

- (۱) خُجّانہ جاوید، جلد ۵، ص ۴۵۷۔ (۲) اُردو مخطوطات علی گڑھ، ص ۳۷۴، (۳) ایضاً ص ۴۳۳۔
(۴) ایضاً ص ۴۳۳۔

بدایوں:

- (۱) خُجّانہ جاوید، جلد ۲، ص ۷۰ تا ۷۱۔ (۲) ایضاً، جلد ۴، ص ۱۶

فتح گڑھ:

- (۱) تذکرہ نادر، ص ۱۱۷۔ (۲) دبیر اور شمس آباد، ص ۷۔ (۳) دبیر اور شمس آباد، ص ۱۵۳۔
(۴) گستاخی معاف، ص ۲، ۸۔ (۵) دبیر اور شمس آباد، ص ۴۷، (۶) خُجّانہ جاوید، جلد ۶، ص ۸۶

کانپور:

- (۱) خُجّانہ جاوید، جلد ۴، ص ۴۵۲۔ (۲) تلاش و تعارف، ص ۱۸۲ تا ۲۳۱۔

الہ آباد:

- (۱) سخنورانِ قصبہ کڑا، ص ۴۷۴ تا ۴۷۵۔

لکھنؤ:

- (۱) آبِ حیات، ص ۳۵۴۔ (۲) ایضاً، ص ۳۵۸، (۳) خوش معرکہ زیبا، جلد ۲، ص ۳۱۷۔
(۴) سراپا سخن، ص ۳۳۰، (۵) خُجّانہ جاوید، جلد ۲، ص ۲۳۹ تا ۲۴۳۔
(۶) ایضاً، جلد ۵، ص ۴۳ تا ۴۴۔ (۷) ایضاً، جلد ۲، ص ۳۰۔ (۸) سخن شعراء، ص ۳۲۲

عظیم آباد:

- (۱) خدا بخش لائبریری جرنل نمبر ۲۰، ص ۳ تا ۴۔ (۲) خُجّانہ جاوید، جلد ۲، ص ۴۲۵ تا ۴۲۶

ملکتہ:

- (۱) ثلاثہ غسالہ، ص ۷۷ تا ۷۸۔ (۲) ایضاً، ص ۱۹۴ تا ۱۹۵۔ (۳) ایضاً، ص ۳۰۴

ڈھاکہ:

- (۱) ثلاثہ غسالہ، ص ۱۶۶ تا ۱۶۷

جیپور:

- (۱) تذکرہ شعرائے جیپور، ص ۲۰۵۔ (۲) سرودِ نبوی، ص ۱۳۱۔ (۳) ایضاً، ص ۱۰۴ تا ۱۰۵ وغیرہ
(۴) تذکرہ شعرائے جیپور، ص ۲۱۶۔ (۵) سرودِ نبوی، ص ۶۲۔ (۶) تذکرہ شعرائے جیپور، ص ۱۶۲

حیدر آباد:

- (۱) خُجّانہ جاوید، جلد ۲، ص ۸۴۔ (۲) عروس الازکار، ص ۱۶۴۔
(۳) فہرست مخطوطات انجمن ترقی اردو، کراچی، جلد ۳، ص ۸۱ تا ۸۲۔
(۴)۔ اردو مخطوطات آصفیہ، جلد ۲، ص ۱۸۰
(۵) دکن میں اردو، ص ۵۷۵، (۶) علی گڑھ کے اردو مخطوطات، ص ۲۶۰
(۷) خُجّانہ جاوید، جلد ۶، ص ۴۲۷ تا ۴۲۸۔ (۸) اردو مخطوطات آصفیہ، جلد ۱، ص ۶۳ تا ۶۴

بیبئی:

(۱) بیبئی میں اردو، ص ۳۲۷- (۲) ایضاً، ص ۱۷۵

ناگپور:

(۱) ناگپور میں اردو، ص ۳۲ تا ۴۲- (۲) ایضاً، ص ۵۰ تا ۵۳- (۳) ایضاً، ص ۵۴-

(۴) عربی فارسی مخطوطات انجمن ترقی اردو، کراچی، ص ۸۱-

☆☆☆